2022年5月31日ジャング紙ラホール版6面

# بلوچستان میں بلدیاتی انتخابات

**31مئی ، 2022**

بلوچستان میں 9 سال کے طویل وقفے کے بعد میونسپل کارپوریشنوں، میونسپل کمیٹیوں اور یونین کونسلوں کے انتخابات کا انعقاد سیاسی کشیدگی کے پراگندہ ماحول میں ایک خوش آئند عمل ہے جس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ووٹروں کی بھاری اکثریت نے سیاسی جماعتوں کی بجائے آزاد امیدواروں کے حق میں زیادہ دلچسپی لی اور اپنے مسائل کے حل کیلئے ان پر اعتماد کا اظہار کیا۔ پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کے 34 میں سے 32 اضلاع میں اتوار کو 4456 حلقوں میں پولنگ ہوئی۔ باقی حلقوں میں 1584 امیدوار پہلے ہی بلا مقابلہ منتخب ہو چکے ہیں۔ اتنی بڑی تعداد میں امیدواروں کا مقابلے کے بغیر منتخب ہونا اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ یا تو وہ امیدوار بہت با اثر تھے یا کسی دوسرے نے الیکشن لڑنے میں دلچسپی ہی نہیں لی۔ اتوار کی رات گئے ملنے والے غیر سرکاری، غیر حتمی نتائج کے مطابق 1310 آزاد امیدواروں کو اپنے اپنے حلقوں میں واضح برتری حاصل تھی جبکہ جمعیت علمائے اسلام (ف) کے 217 بلوچستان عوامی پارٹی کے 146، پشتونخوا ملی عوامی پارٹی کے 94، نیشنل پارٹی کے 64، بی این پی (مینگل) کے 54، پیپلز پارٹی کے 47، مسلم لیگ ن کے 36 اور تحریک انصاف کے 22 امیدوار جیت رہے تھے۔ اس طرح جیتنے والوں میں آزاد امیدوار پہلے، جمعیت علمائے اسلام دوسرے اور حکمران باپ پارٹی تیسرے نمبر پر آئی۔ دو اضلاع کوئٹہ اور لسبیلہ کے بلدیاتی اداروں کے انتخابات حلقہ بندیوں کے بعد ہوں گے۔ ضلع گوادر میں گوادر حقوق تحریک نے 33 میں سے 26 نشستیں جیت کر میدان مار لیا۔ یہ پارٹی سمندری ماہی گیروں اور دوسرے پسماندہ طبقات کے حقوق کیلئے جد و جہد کر رہی ہے۔ گوادر سی پیک منصوبے کے بعد بین الاقوامی اہمیت اختیار کر گیا ہے اور اس پس منظر میں ایک مقامی پارٹی کی کامیابی ایک غیر معمولی بات ہے۔ حفاظتی انتظامات کے باوجود صوبے کے مختلف علاقوں میں دستی بم، راکٹ حملوں، فائرنگ اور لڑائی جھگڑے کے پُر تشدد واقعات رونما ہوئے جو قبائلی دشمنیوں کے پس منظر میں تشویشناک بات ہے۔ مجموعی طور پر بلوچستان کے بلدیاتی انتخابات میں عوام کا یہ رجحان سامنے آنا بھی ملکی سیاست کے منظر نامے میں تمام اسٹیک ہولڈرز کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ووٹروں نے سیاسی جماعتوں پر زیادہ تر آزاد امیدواروں کو ترجیح دی۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں لیا جانا چاہیے کہ لوگ سیاسی جماعتوں سے مایوس ہو چکے ہیں کیونکہ آزاد امیدواروں میں سے بھی بیشتر کو کسی نہ کسی سیاسی پارٹی یا گروپ کی آشیر باد حاصل ہوئی ہے اور کامیابی کے بعد ان میں سے اکثر اسی جماعت یا گروپ میں شامل ہو جاتے ہیں لیکن بلوچستان کے پس منظر میں اتنا ضرور ہے کہ یہاں

دینی اور قوم پرست پارٹیوں کے نظریاتی کارکنوں کے سوا لوگوں کی سیاسی وابستگیاں بدلتی رہتی ہیں۔ نچلی اور بنیادی سطح کے منتخب اداروں کے علاوہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات میں بھی یہی رجحان غالب دکھائی دیتا ہے۔ اپنی قبائلی یا سماجی حیثیت کے بل بوتے پر منتخب ہونے والے قوم پرستوں کے سوا چاہے وہ جس پارٹی کے ٹکٹ پر بھی جیتیں، ہوا کے رخ پر اپنا رخ بدلنے میں زیادہ تکلف نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک یہاں ایسی کوئی پارٹی وجود میں نہیں آ سکی جو مستقل بنیادوں پر صوبے کی سب سے بڑی پارٹی ہونے کا دعویٰ کر سکے۔ ماضی میں قوم پرست پارٹیوں نے تنہا حکومت بنائی بھی تو اسے مرکز مخالف قرار دے کر چلتا کیا گیا۔ بلوچستان کی پسماندگی کے دوسرے بڑے عوامل کے علاوہ یہ بھی ایک وجہ ہے۔ ملک میں سیاسی عدم برداشت کے افسوس ناک کلچر کا یہ سب سے بڑا المیہ ہے۔ توقع ہے کہ بدلتے حالات میں بلدیاتی انتخابات کے بعد نچلی سطح پر عوامی مسائل حل کرنے میں اس طرح کی کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی۔